Tarseel, Vol.17 (ISSN: 0975-6655)
A Peer Reviewed Research Journal of Urdu
Listed in UGC-CARE
Directorate of Distance education,
University of Kashmir

غنی کی شاعری اور طرز تمثیل

ڈاکٹر شاداب ارشد

تلخیص

سبک ہندی کے نغز گفتار فارسی شعراء میں غنی کشمیری کو جو غیر معمولی شہرت وقبولیت عام نصیب ہوئی۔وہ ان کے ایرانی نژاد معاصرین کلیم ،سلیم ،قدسی اور صائب جیسے شعراء کو بھی حاصل نہیں ہوئی۔صدیاں گذر جانے پر آج بھی غنی کے کلام کی سحر انگیزی ان کے پڑھنے والوں کو حیرت میں ڈال دیتی ہے،اُن کے کلام میں اچھوتے مضامین ،باریک و تازہ خیال ،تغزل،جدّت،استعارات ، ادائے بیان ،نت نئی ترکیبات ،شُستہ زبان ،اخلاق،فلسفہ،تصوّف وغیرہ ایرانی شعراء تک کو اپنا گرویدہ بناتے ہیں۔لیکن غنی کی اصل شہرت تمثیل کی بدولت ہے۔تمثیل یا دعویٰ و دلیل یعنی ایک مصرعے میں دعویٰ کرنا اور قانون فطرت یا مناظر قدرت سے ایک ہمہ گیر و آفاقی دلیل پیش کرنا غنی کا خصوصی امتیاز ہے۔بلکہ دیوانِ غنی میں ایسے کم ہی شعر دیکھنے کو ملتے ہیں جن میں تمثیل موجود نہ ہو۔غنی نے مثالیہ شاعری کو اتنی ترقی دی کہ اسے ایک مستقل فن بنادیا۔اور مدتوں غنی کی پیروی کو ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ دوسرے ممالک میں بھی مستحسن سمجھا جاتا رہا ہے۔غنی کی تمثیل گوئی کا مثالاً پیش کیا جاتا تھا:

چنان تمثیل را دادہ رواجی　　　　که از فکر غنی گیرد خراجی

اس تحقیقی مقالہ کے ذریعے سے غنی کے کلام میں سب سے اہم اسلوبی خصوصیت یا ڈیوایث تمثیل، کی ادبی تکنیک کی مختلف خصوصیات واستعمال پر بحث کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

کلیدی الفاظ:

تمثیل،غنی،دعویٰ،دلیل،تشبیہ،شعر،مصراع،قانون فطرت

تعارُف وعمومیات

تمثیل کے معنی اوراصل کے بارے مین مختلف آراء کا اظہار کیا گیا ہے۔میں اُن میں سے اہم ترین کا ذکر یہاں کرنا چاہوں گا۔علامہ دہخدا نے لغت نامہء دہخدا میں تمثیل کی تعریف اس طرح کی ہے:

''مثل آوردن،تشبیہ کردن چیزی رابہ چیزی= کسی چیز کا کسی سے موازنہ کرنا''

ڈاکٹر محمدّ معین نے فرہنگ معین میں تمثیل کے کئی مختلف معنی بیان کیئے ہیں۔جن میں سے دو معنی''تشبیہ دینا،اورقصہ یا کسی بات کو مثال بنا کر بیان کرنا''ہماری بحث کے لیئے موزوں ہے۔

جیسا کہ آپ ملاحظ کر سکتے ہیں کہ ان دو ممتاز لغت نگاروں نے تمثیل کو''مثل۔بہ معنی شبیہ و مانند'' کے ریشے سے سمجھا ہے۔

تمثیل درحقیقت ،آر برامز(M.H.Abrams)،صاحب فرہنگ اصطلاحات ادبی کے مطابق ایک حکمت عملی (Strategy) ہے جس میں الفاظ کا مجموعہ،تصاویراورکام کے سیاق وسباق(Setting) نہ صرف اپنے بنیادی معنی میں بلکہ ثانوی معنی کے اظہار وبیان کے لیےبھی استعمال کیے جاتے ہیں۔

(A glossary of literary terms.page 6)

حکیم سنائی کا یہ شعر تمثیل کے نمونے کے طور پر ملاحظ کیجئے:

عجب نبود گراز قرآن نسیب نیست جز نقشی　　　کہ از خورشید جز گرمی نیابد چشم نابینا

(دیوان سنائی۔صفحہ۵۲)

(ترجمہ:تعجب کی بات نہیں ہے اگر قرآن پڑھنے والے کو صرف اسکے الفاظ ہی نصیب ہو جائیں ۔کیونکہ اندھے کی آنکھیں صرف سورج کی گرمی کو ہی محسوس کرسکتی ہیں،نور کونہیں۔)

سورج، گرمی اور چشم نابینا جیسے اجزا اگر چہ اپنے اپنے معنی میں استعمال ہوئے ہیں لیکن ترکیب کے طور پر آپس میں ایک دوسرے معنی یعنی (کسی مفید چیز سے محروم رہنا یا بہرہ مند نہ ہونا) کا بھی اظہار کرتے ہیں۔

اس لیے مجموعی طور پر کہنا چاہیے کوئی موضوع یا مطلب جسے ہم ثابت کرنے یا جواز بیان کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔تمثیل اسکے عین مطابق ہو (یعنی تمثیل ایک قسم کی مثال بیان کرنا ہے) اس تفاوت کے ساتھ کہ عام طور پر تمثیل میں اوقات، مقامات (Local) اور شخصیت یا کردار (Character) تبدیل ہوتے ہیں۔نمونے کے طور پر غنی کا یہ شعر:

فیض سخن بہ مردِ سخنگو نمی رسد　　از نافہ بُوی مُشک بہ آھوئی رسد

(ترجمہ: شاعر تک اس کی شاعری کا فایئدہ نہیں پہنچ پاتا۔ جس طرح ہرن تک اسکے نافے کی خوشبو نہیں پہنچ پاتی)

(دیوان غنی۔صفحہ ۱۴۲)

دونوں مصرعے ایک ہی مطلب کا اظہار کرتے ہیں۔لیکن اس فرق کے ساتھ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔یعنی کردار کو اس طرح تبدیل کیا گیا ہے کہ پہلے مصرعے میں شاعری اور شاعر کے بجائے دوسرے مصرعے مین نافہ اور ہرن کو رکھا گیا ہے۔

دیوان غنی سے یہ دوسرا شعر بہ طور مثال:

ندارد رہ بہ گردن روح تا باشد نفس درتن　　رسایی نیست در پرواز مرغِ رشتہ درپارا

(ترجمہ: روح کو عالم بالا تک رسائی نہیں ملتی جب تک جسم میں سانس (استعاراً کثافت نفس) موجود ہو۔جیسے اس پرندے کی مانند جس کے پاؤں ڈوری سے بندھے ہوں اور وہ اڑنے پر قادر نہیں۔)

(دیوان غنی۔صفحہ ۵۸)

روح	مرغ (پرندہ)
نفس درتن	رشتہ درپا
رہ بہ گردون	پرواز

جاندار پنداری، تمثیل کی سب سے اہم خصوصیت:

جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے کہ تمثیل میں کردار، اوقات (زمان) اور مقامات (مکان) عموماً تبدیل ہوتے ہیں۔میں اس میں اضافہ کرنا چاہوں گا کہ تمثیل کے کردار عموماً حیوانات اور بے جان اشیاء ہوتے ہیں۔اور چونکہ یہ اشیاء انسانی رویوں سے

ملتے جلتے رَویوں کی نمایش کرتے ہیں اس لیئے ان میں ایک قسم کا انسانی پن پایا جاتا ہے۔یعنی یہ انسانوں کی طرح صاحب تفکر،صاحب عقل اور شخصیت کے حامل بن جاتے ہیں۔

بے جان یا غیر زندہ اشیا ء کو زندہ سمجھنے کی اس تکنیک کو ادبیات میں ''جاندار پنداری'' یا تشخص (Personification) کہا جاتا ہے۔غنی کی شاعری میں اس تکنیک کے بکثرت استعمال ہونے کی وجہ سے قاری اکثر ایک حالت تازگی اور جاندار شاعری سے روبرو ہوتے ہیں۔غنی کی شاعری میں استعمال شدہ جاندار اور بے جان اشیاء کی چند بہترین مثالیں یہ ہیں،ملاحظ کیجئے:

گدا چون یافت روزی ،خویش را داند سلیمان　　برایِ مور سنگ آسیا تخت روان باشد
(دیوان غنی۔صفحہ۱۲۹)

می رسد روزی بہ ھرکس در خورِ ھمّت زغیب　　کی بہ دام عنکبوت افتد شکاری جز مگس
(دیوان غنی۔صفحہ۱۷۴)

عاشق بہ فنا سیر ز معشوق نگردد　　ماھی طلبِ آب کند،گرچہ غذاشد
(دیوان غنی۔صفحہ۱۳۲)

غنی نے تمثیل کے لیئے زیادہ تر عمومی جاندار اور بے جان علامات سے ہی کام لیا ہے۔ذیل میں اسی قبیل کہ چند علامتیں درج کی جاتی ہیں۔جن کو غنی نے اپنا کر اُن میں تمثیل کی مدد سے ایسی ایسی ندرتیں اور جدتیں پیدا کیں اور نئے نئے مضامین تخلیق کئے کہ قاری پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہوئی اور صاحبان نظر کو غنی کی قدرت شعری، دقت نظر اور تمثیل گوئی کا سرخیل اور اُستاد تسلیم کرنا ہی پڑا۔

۱۔یعقوبؑ ، یوسفؑ ، زلیخا، کنعان ،مصر، پیر کنعان ،موسیٰؑ ، ید بیضا،طور، آسا،سلیمان،مور

۲۔مار،مگس، ماہی ،مور، مرغ، آہو،شیر،فیل، خر، ثعبان، طاووس،عندلیب،عنقا، ھما

۳۔مجنون، جنون، دشت صحرا، خار، آبلہ،سنگ طفلان

۴۔آسیا،سنگ آسیا،غبار آسیا، دانہ، نان، تنور، شکم

۵۔پیرہن، جامہ،لباس، خیاط،سوزن، قطع، رشتہ، تار، بخیہ

۶۔لشکر،معرکہ،خیمہ،زین،رکاب،تیر،کمان،تیغ،شمشیر،سپر،زخم،زہگیر

۷۔میخانہ،شراب،ساقی،شیشہ،ساغر،جام،سفال،مینا،رند،محتسب،مستی،خانہ،خمار۔

۸۔شیرین،فرہاد،بیستون،خسرو،تیشہ،خارا،جویِ شیر

۹۔زلف،شانہ،آیینہ،گرہ،مشاط

۱۰۔شمع،چراغ،محفل،مجلس،دور،پروانہ،فانوس،پرِ پروانہ

غنی اپنی شاعری میں دعویٰ کی حمایت میں جو دلیل دے دیتا ہے۔وہ آئین فطرت،قدرتی مناظر اور روزمرہ زندگی کے واقعات سے پوری طرح مطابقت رکھتی ہے۔جسے عقل اور عادت دونوں تسلیم کرتے ہیں۔اس کی ہر تمثیل عالم گیر صداقت کی طرح زمان ومکان کی قید سے آزاد ہے۔ان تمثیلوں کا بیشتر حصہ روزمرہ زندگی کے ان تلخ وشیرین واقعات کی طرف اشارہ کرتا ہے جن سے میر وسلطان اور شاہ وگداسبھوں کو کبھی نہ کبھی یا بارہا پالا پڑ جاتا ہے۔اور یہ وہ خصوصیت ہے،جو غنی کے اشعار میں بندش اور چستی اور تمثیل میں قدرتی ربط واضح کر دیتا ہے۔ذیل کی گلچینی ملاحظ ہو:

سعی بھرِ راحتِ ہمسایگان کردن خوش است   بشنود گوش از برای خوابِ چشم افسانھا

(دیوان غنی۔صفحہ۶۲)

کاسہء خود پُر مکن زنھار از خوانِ کسی   داغ از احسانِ خورشید است بر دِل ماہ را

(ایضاً۔صفحہ۶۷)

سنگین دل است ھرکہ بہ ظاھر ملایم است   پنھان درونِ پنہ نگر پنہ دانہ را

(ایضاً۔صفحہ۶۳)

تمثیل اور تشبیہ کے درمیان تعلق:

بلاشبہ تمثیل اور تشبیہ کے درمیان براہ راست تعلق ہے۔اگر تمثیل کے لیے ایک سطحی ساخت (Surface Structure) اور ایک گہرے ڈھانچے یا ساخت (Deep Structure) پر غور کیا جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہر ایک تمثیل کی ساخت کے نیچے ایک تشبیہ ہے۔مثال کے طور پر غنی کا یہ شعر:

کج را بہ تکلف نتوان راست نمودن   کی تیر توان ساختن از چوب کمانھا

پہلے مصرعے میں کج اور راست، دوسرے مصرعے میں کمان اور تیر کے مساوی بنے ہیں۔ دوسرے الفاظ مین اس تمثیل کی ساخت کے نیچے، تشبیہ کے دو مختلف جملے موجود ہیں۔ جو اس ترتیب کے ساتھ استعمال کیئے گئے ہیں۔

کج (مشبہ) کمان (مشبہ بہ) کا شبیہ ہے

راست (مشبہ) تیر (مشبہ بہ) کا شبیہ ہے

جیسا کہ ہم دیکھ سکتے ہیں تشبیہ کے بنیادی عناصر یعنی مشبہ اور مشبہ بہ ان دونوں جملوں میں موجود ہیں۔ یقیناً تشبیہات کی ساخت جو تمثیل کی صفت بن جاتی ہے یا تمثیل کی طرف لے جاتی ہے۔ اُن کی اپنی مخصوص خصوصیات ہیں۔ جن میں سے کچھ اس طرح سے ہیں:

ا۔ تشبیہ کے لوازم یا صفتیں جیسے (چون، مانند، مثل و......) تمثیل میں استعمال نہیں ہوتیں

۲۔ ایک سے زیادہ تشبیہات عموماً دو یا تین ایک دوسرے کے ساتھ رکھی جاتی ہیں۔ اس ترتیب کے ساتھ کہ مشبہ ہات ایک مصرعے میں (مصرعہ مدعا) اور مشبہ بہ ہات دوسرے مصرعے میں (مصرعہ تمثیل) میں لائے جاتے ہیں۔

تمثیل کے اجزا میں تعلق:

غنی کی تشبیہات میں ابلاغ یوں تو دو حصوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ یعنی پہلے مصرعے کے دو اجزا دوسرے مصرعے کے دو اجزا کے ساتھ مربوط ہوتے ہیں۔ اور شاعرانہ مساوات کو قایم کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر:

گفتگو یک رنگ نبود عاقل و ھشاررا　　　در نفس باشد تفاوت خفتہ و بیدار را

غنی کے اس بیت کے اجزا کا تعلق اس طرح سے ہے:

مصراع اوّل	مصراع دوم
گفتگو	نفس
عاقل وھوشیار	خفتہ و بیدار

زشعرِ من شدہ پوشیدہ فضل و دانش من　　　چو میوہ ای کہ بماند بہ زیر برگ نھان

(دیوان غنی۔ صفحہ ۲۱۱)

مصراعِ دوم	مصراعِ اوّل
برگ	شعر
میوہ	فضل و دانش

لیکن عام طور پر دو مصرعوں کے اجزا کا باہمی تعلق تین اجزا پر مشتمل ہوتا ہے۔ جیسے کہ یہ شعر:

دلم را خالِ او دزدید و در گردِ خطّش جویم ہ مالِ بردہ را دزدان نھان در خاک می سازند

(دیوان غنی۔ صفحہ ۱۵۶)

مصراعِ دوم	مصراعِ اوّل
دزدان	دلم
مالِ بردہ	خالِ
در خاک	در گردِ خطّش

تین اجزاء کے باہمی تعلق میں سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ تیسرا جُز زیادہ تر فعل ہوتا ہے۔ یعنی پہلے مصرعے میں ایک فعل دوسرے مصرعے میں دوسرے فعل کا معادل ہوتا ہے۔

حسنِ سبزی بہ خط سبز مرا کرد اسیر دام ھمرنگ زمین بود، گرفتار شدم

(دیوان غنی۔ صفحہ ۱۹۱)

اجزاء مصراعِ دوم	اجزاء مصراعِ اوّل
زمین	حسنِ سبزی
دام	خطِ سبز
گرفتار شدم (فعل)	کرد اسیر

بعض اوقات تعلقاتِ اجزا اس سے بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ ہر چند دو مصرعوں میں اجزا کے تعلقات زیادہ ہونگے تو شعر اُس اسلوب میں زیادہ استانہ ہوگا۔ ایک اور اہم نکتہ یہ ہے بعض اوقات شعر میں ایک اہم اور بنیادی جُز کو حذف کر دیا جاتا ہے۔ اور یہ سامع اور قاری کے ذہن پر منحصر ہوتا ہے کہ وہ اس چھوڑے ہوے جُز کو تلاش کر کے مساوات میں ڈالے۔ تا کہ شعر کا مفہوم بہتر

درک ہو جائے۔ مثال کے طور پر درج ذیل شعر میں غنی تمثیل کی اس تکنیک کو کیسے استادانہ انداز میں برتتے ہیں:

مکن با دوستان از آشنایی اختلاط افزوں　　　　در آید چون درونِ دیدہ، مژھان خار می گردد

(دیوان غنی۔صفحہ ۱۴۰)

اگر ہم شعر کے اجزاء کے تعلق کی ایک ڈایاگرام بنائیں تو وہ اس طرح سے ہوگی:

اجزاء مصراع اوّل	اجزاء مصراع دوم
دوستان	مژگان
(؟)	خار

ہم دیکھتے ہیں کہ مصراع اوّل کا ایک جُز حذف کیا گیا ہے۔ جسے ذہن تھوڑی محنت و تلاش اور دوسرے مصرعے کی مماثلت پر غور کرنے سے سمجھ لے گا۔ حذف شدہ جز ''باعث رنجش'' ہے۔ بعض اوقات شعر کے چار اہم اجزا میں سے دو کو حذف کیا جاتا ہے۔ اُن کو دوسرے اجزا کی مماثلت کے مطابق دریافت کیا جائے گا۔ جیسے یہ شعر:

گشت چون رشتہء عمرم کوتاہ　　　　معنی سال گرہ فہمیدم

(دیوان غنی۔صفحہ ۲۰۲)

اجزاء مصراع اوّل	جزاء مصراع دوم
رشتہ ءعمر	(؟)
کوتاہ	(؟)

رشتہ عمر کا معادل سال اور کوتاہ کا معادل گرہ ہے۔ غنی نے ان دونوں کے لیے ایک عمومی لفظ ''سال گرہ'' کا اشارہ کیا ہے ۔کہ دھاگے میں گانٹھیں پڑنے سے دھاگا چھوٹا ہوتا چلا جاتا ہے۔ ویسے ہی سالگرہ سے عمر کا کوتاہ ہونا مقصود ہے۔

اثباتِ ضد:

اثبات ضد (Counter proof) تمثیل گوئی میں ایک ایسی حالت ہے، اس طرح سے کہ تمثیل دلیل، دعویٰ یا مدعا سے غیر موافق یا متصادم ہے۔ لیکن پھر بھی اسکی تصدیق و تائید کرتی ہے۔ وضاحت یہ ہے کہ تمثیل گوئی میں عموماً استدلال مثبت انداز

میں کیا جاتا ہے۔اس بیت پر توجہ کریں:

غنی از دولت دنیا نگردد عیب کس زایل   کہ زر نتواند از روی محک بردن سیاھی را

(دیوان غنی۔صفحہ ۷۷)

یہاں اس شعر کے دونوں مصرعے مثبت ہیں۔اوران میں ایک منطقی عمل موجود ہے۔جیسا کہ کسوٹی کا چہر ہمیشہ کالا ہوتا ہے۔کتنا بھی سونے کو اسکے چہرے پر رگڑا جائے۔کسوٹی کے چہرے سے اسکا کالا پن نہیں جاتا۔ویسے ہی کسی شخص کے عیب اسکے پاس موجود مال و دولت سے زائل نہیں ہوتے۔بعض تمثیلوں میں ایسا نہیں ہوتا۔یعنی یہ ایسی حالت یا طریقہ کار ہے جہاں تمثیل دعویٰ کے خلاف ہوتی ہے اور شاعر اسے دعویٰ کے ساتھ تمثیل کے تضاد سے ثابت کرتا ہے۔جیسے کہ غنی کا یہ شعر:

جز مَیِ بی غش مخور بھرِ صفایِ دماغ   روغن اگر صاف نیست ،تیرہ فروزد چراغ

(دیوان غنی۔صفحہ ۱۸۱)

کہتا ہے کہ اگر چراغ میں جلنے والا تیل صاف نہیں ہے تو اسکی لَو میں بھی وہ تیرگی نظر آتی ہے۔اس تمثیل کی ضد سے یعنی چراغ کی لَو اُجول ہو اس کے لیے تیل کا صاف ہونا لازمی ہے، سے یہ دعویٰ ثابت ہوتا ہے کہ دماغ کی صفائی مقصود ہو تو بے ہوش نہ کرنے والی شراب کے سوا کچھ اور نہیں پینا ہے۔

کارکردیا عمل تمثیل:

سبک ہندی کی شاعری میں تمثیل کے کئی اہم عمل یا کارکرد (Function of Allegory) ہیں اُن اہم افعال میں سے درج ذیل چند کا ذکر کرنا موزون ہے:

ا۔تمثیل کی حکمت میں ایک قسم کا استدلال یا دلیل موجود ہوتی ہے۔جو دعویٰ کردہ مواد کو قبول کرنے میں ذہن کو سخت متاثر کرتا ہے۔وضاحت یہ ہے کہ بعض اوقات شاعر ایسا کوئی مسئلہ اُٹھاتا ہے۔جسے قبول کرنے میں ذہن ہچکچاتا ہے۔مثال کے طور پر غنی کہتے ہیں:

می کند ویران تموّل خانہ معمور را

یعنی صاحب دولت کا گھر،اسکی دولت وثروت برباد کر دیتی ہے۔

ممکن ہے یہ سن کر ہم خود سے سوال کریں کہ یہ کیسے ممکن ہے؟ کہ جو شخص صاحب دولت وثروت ہو اسکا گھر اس کی

دولت سے کیسے ویران ہوسکتا ہے؟ لیکن دوسرا مصرعہ پڑھنے کے بعد:

انگبین سیلاب باشد خانہء زنبور را

(دیوان غنی۔صفحہ ۷۸)

یعنی شہد کی مکھی کے چھتے کے لیے اسکا شہد ہی سیلاب بن جاتا ہے۔

ہماری ذہنی پریشانی کسی حد تک ختم ہوجاتی ہے۔کیونکہ ہمیں معلوم ہوجاتا ہے کہ ایسی چیز تو بیرونی دنیا میں پہلے سے ہی موجود ہے۔یعنی شاعر کے مطابق شہد(= دولت وثروت)مکھی کے چھتے(= دولت مند کا گھر) کے لیے سیلاب کی صورت اختیار کرتا ہے۔جس شہد کو اس نے اپنے چھتے میں خود جمع کیا ہوتا ہے یا جب ہم غنی کا یہ شعر پڑھتے ہیں:

''ھرکہ پابندوطن شد،می کشد آزارھا''

ہمارے سامنے یہ سوال کھڑا ل ہوتا ہے کہ جو شخص وطن میں پھنسا رہا وہ تکلیفیں اٹھاتا ہے۔کیوں اٹھاتا ہے؟ لیکن دوسرے مصرعے کو پڑھنے سے یہ شک کسی حد تک دور ہوجاتا ہے:

''پایِ گل اندر چمن دایم پُرست از خارھا''

مصرعہ میں اس طرح کی تمثیل پڑھ کر ہم سمجھ سکتے ہیں کہ جس طرح پھول کے نیچے ہمیشہ کانٹے رہتے ہیں۔اور جب پھول گلشن سے باہر جاتا ہے تو کانٹوں کو وہیں چھوڑ کر جاتا ہے۔

۲۔تمثیل ،مقصدی مواد(Subjective) کو معروضی(Objective) بنانے کی ایک کوشش ہے۔یہ بات واضح ہے کہ ذہنی مسائل ،معروضی مسائل سے زیادہ مشکل اور دیر سے سمجھ میں آنے والے ہوتے ہیں۔جب کوئی ذہنی مسئلہ یا فکر تمثیل کی مدد سے معروضی مسئلہ بن جاتا ہے۔یقیناً سمجھنے میں آسانی پیدا ہوتی ہے۔یہ عمل (Function) اس قدر اہم ہے کہ بعض اوقات اگر تمثیلی مصرعہ نہ ہوگا تو دعویٰ کے مصرعے کو سمجھنا مشکل اور بعض اوقات ناممکن ہوجاتا ہے۔

شاعری کی تاثیر پر تمثیل کا اثر:

سبک ہندی کی شاعری لوگوں کے درمیان قبول ہونے کی مختلف وجوہات ہیں۔روزمرہ اور سماجی مسائل کا اظہار ،عامیانہ یا مقبول عام زبان کا استعمال اور معروف محاوروں کا استعمال،ان وجوہات میں سے چند ہیں۔لیکن ان کے علاوہ ایک اور خصوصیت بھی اس اسلوب کی شاعری کی قبولیت اور مقبولیت کے لیے کارفرما ہے اور وہ ''اسلوب تمثیل'' کی تاثیر ہے۔نفسیات

کے نقطہ نگاہ سے یہ بات ثابت کی گئی ہے اگر موضوع اچھی سماعت اور بصارت کا مرکب ہو تو زیادہ بہتر اور یادگار رہتا ہے۔ تمثیل کی رہگذر سے سبک ہندی کے اشعار میں بصری اور سمعی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ یہی وہ تاثیر ہے جو قاری اور سامعین کے ذہنوں پر اثر انداز ہوتی ہے۔ جیسے غنی اس شعر کے پہلے مصرعے میں سمعی کیفیت کو یوں ابھارتا ہے:

ھر کہ دادتن بہ بلا ایمن از بلا است　　　ویران کجاز موج شود خانہ حباب

(دیوان غنی۔ صفحہ ۹۱)

دوسرا مصرعہ جو کہ ایک بصری مصرعہ ہے۔ جو کہ ایک منظر کی تصویر پیش کر رہا ہے۔ جس کا تعلق دیکھنے سے ہے۔ اس کا استعمال اُس سمعی موضوع کو واضح کرنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ جو کہ اس سے پہلے بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ تکنیک اُس موضوع کے اظہار و بیان اور (Rendering and embeding) میں کارآمد ہے۔ لہذا تمثیل کے اہم کاموں میں سے ایک یہ ہے کہ الفاظ کو تصویر کے ساتھ ملانا اور شعر کو پینٹنگ (نقاشی) سے جوڑنا ہے۔ جو بالآخر شعر کا ذہن پر زیادہ دیرپا اثر ڈالنے میں مدد کرتا ہے۔

نتیجہ گیری:

غنی کے ذہن کو قدرت نے منفرد طور پر خاص ودیعتوں سے نوازا تھا۔ اس کے کلام میں متنوع خیالات اور موضوعات کی نمایندگی موجود ہے۔ عشق و محبت کا ذکر ہے۔ فلسفہ ہے۔ اخلاق و تصوّف ہے۔ انداز بیان اور سلیقہ اظہار شستہ اور پاکیزہ ہے۔ لیکن غنی کے کلام میں جو چیز ایک بنیادی اور ہمہ گیر حیثیت رکھتی ہے۔ وہ تمثیل کا عُنصر ہے۔ جو اس کے سارے کلام پر چھایا ہوا ہے۔ غنی کی نظر میں کائنات کا وجود ایک دعویٰ ہے اور اس کے مظاہر اس دعویٰ کے ثبوت مین روشن دلائل۔ اس نے تخلیق کائنات کی غایت اور مسئلہ علت و معوّل کے۔۔ سلسلہء دراز کو خوب سمجھ لیا تھا۔ وہ اپنی درست اور کامیاب قوّت فیصلہ و استدلال کی بنا پر نئے تصورات وضع کرتا ہے۔ اور فلسفۂ حیات کے باریک اور مشکل حقایق کو شعر کا جامۂ رنگین پہنا کر ہی نہیں بلکہ تمثیل کے ذریعے شعر تر بنا کر قاری کے لیے قابل فہم اور آسان بنا دیا ہے۔ غنی اپنی شاعری میں دعویٰ کی حمایت میں جو دلیل دے دیتا ہے۔ وہ آئین فطرت، قدرتی مناظر اور روزمرہ زندگی کے واقعات سے پوری مطابقت رکھتی ہے۔ جسے عقل اور عادت دونوں تسلیم کرتے ہیں۔ اس ادبی جدّت کو غنی نے ایک مستقل اور غیر فانی حیثیت دیکر نہ صرف دلکش بلکہ گوہر جمیل بنا دیا۔ مجموعی طور پر غنی اور سبک

ھندی کی شاعری ان تین حالتوں سے خارج ہوتی ہے:

ا۔شعر کا پہلا مصرعہ شاعر کا دعویٰ یا مدعا ہوتا ہے۔اور دوسرا تمثیلی مصرعہ ہوتا ہے۔جو اس دعویٰ کو ثابت کرنے کے لیے بیان کیا جاتا ہے۔

۲۔کبھی شعر کا پہلا مصرعہ تمثیلی اور دوسرا مصرعہ شاعر کا مدعا ہوتا ہے۔

۳۔شعر میں مدعا اور تمثیل دونوں ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوتے ہیں۔ان کو دو الگ صورتوں میں جدا نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اس صورت حال میں ذہن کو جستجو اور تلاش کرنا چاہیے۔تا کہ وہ مدعا اور تمثیل کو ایک دوسرے سے الگ کر لے۔اور پھر دونوں مصرعوں کے درمیان مساوات قائم کرے۔

فہرست منابع ومراجع

ا۔آثار گونا گون (دوبخش) بخش دوم، دکتر علی شریعتی، انتشارات آگاہ، چاپ اوّل، زمستان ۱۳۶۶ھ۔ش۔

۲۔تذکرہ شعرای کشمیر (تکملہء تذکرہ شعرای کشمیر محمّد اصلح میرزا)، (جلد۵) گردآوردہ سیّد حسام الدّین راشدی، اقبال اکادمی ،کراچی آبانماہ ۱۳۲۶ھ۔ش۔

۳۔چراغ ھدایت (ھمراہ باغیاث اللغات)، سراج الدین علیخان بن حسام الدّین اکبرآبادی، بہ کوشش دکتر منصور ثروت ،موئسسہ انتشارات امیر کبیر، چاپ اوّل، ۱۳۶۳ھ۔ش۔

۴۔دیوان خاقانی، بہ کوشش دکتر ضیاءالدّین سجادی، انتشارات زوار، چاپ سوم، با تصحیح مجدد ۱۳۶۸ھ۔ش۔

۵۔دیوان غنی، بترتیب جدید محمّد امین داراب کشمیری، مقدّمہ تصحیح وحواشی از علی جواد زیدی، انتشارات جموں اینڈ کشمیر اکیڈیمی آف آرٹ، کلچر اینڈ لینگویجز، سرینگر ۱۹۸۴م

۶۔سوانح غنی کاشمیری، مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی، ناشر مکتبہ علم وادب، سرینگر، کشمیر ۲۰۲۱م

۷۔صائب وسبک ھندی۔بہ کوشش محمّد رسول دریاگشت، انتشارات کتابخانہ مرکزی ومرکز اسناد، چاپ (؟)

۸۔غنی کشمیری (احوال وآثار وسبک (اشعاراو)، دکتر ریاض احمد شیروانی، انتشارات جموں اینڈ کشمیر اکیڈیمی آف آرٹ، کلچر اینڈ لینگویجز، سری نگر ۱۹۷۲م

۹۔فرہنگ معین، دکتر محمّد معین (۶ مجلد)، موسّسہء انتشارات امیر کبیر، تھران، چاپ پنجم ۱۳۶۲ھ۔ش۔